بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ،وَالْصَّلاَۃُ وَالْسّلاَمُ عَلَی خَاتِمُ الأَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِینِ، نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجمَعِین

أَمَّا بَعْدُ:

07. کیا فہم سلف سے منع کی کوئی دلیل ہے (منفی دلائل)؟

فہم سلف کے تعلق سے دروس جاری ہیں۔ آج کی نشست میں ہم بات کریں گے فہم سلف کی حجت کی دلیل کے تعلق سے۔''فہم سلف حجت ہے''اس کی دلیل کیا ہے؟اور آج کی نشست سے ہی اس موضوع کے تعلق سے جو اصل باتیں ہیں ان کا ذکر کریں گے۔اس سے پہلے اس کے مقدمے کے طور پر چند اہم باتیں بیان کی تھیں۔جب شریعت کے ترازو کے تعلق سے بات کرتے ہیں تو پھر حجیت اور دلیل کی بات ہوتی ہے۔ فہم سلف یا تو حجت ہے یا حجت نہیں ہے۔اگر حجت ہے تو اس کی دلیل کیا ہے؟ کیوں کہ شریعت کے تعلق سے جب ہم بات کرتے ہیں تو اصول شریعت میں سے یہ ایک اصل ہے کہ بغیر دلیل کے کوئی بات نہیں کی جاتی۔آیئے دیکھتے ہیں کہ فہم سلف کی حجت کی کوئی دلیل ہے کہ نہیں ہے؟اور جب میں فہم سلف کی بات کروں تو آپ پچھلے دروس کو تھوڑا سا ذہن نشین کر لیں کہ فہم سلف حجت ہے یا نہیں ہے؟اس کی تفصیل میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں فہم سلف حجت ہے اجماع سلف کے اعتبار سے۔ جس مسئلے میں سلف کا اجماع ہے وہ حجت ہے، کیوں کہ اجماع حجت ہے قرآن اور حدیث کے بعد۔اور جو فہم ہے افراد السلف کی یا بعض السلف کی اسے فہم السلف نہیں کہا جاتا اسے قول آحاد السلف یا بعض السلف کہا جاتا ہے۔تو جب ہم فہم سلف کی بات کریں تو اس کا مطلب ہے اس تفصیل کے بعد جو ہم بیان کر چکے تھے کہ فہم السلف سے مراد ہماری اجماع السلف ہے اور اس تفصیل کے ساتھ جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔آج کی نشست میں دیکھتے ہیں کہ فہم السلف کی حجت کی دلیل کیا ہے؟

دو قسم کے دلائل ہیں:

1۔ منفی دلیل۔

سوال: منفی دلیل سے کیا مراد ہے؟یعنی کیا فہم السلف سے منع کی کوئی دلیل موجود ہے؟یعنی کیا قرآن اور سنت میں کوئی ایسی دلیل موجود ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ فہم السلف حجت نہیں ہے؟

جواب: اس سوال کا جواب یہ ہے کہ منع کی کوئی دلیل موجود ہی نہیں ہے۔اگر منع کی صرف ایک ہی دلیل موجود ہوتی تو کوئی بھی مسلمان، عالم تو دور کی بات ہے کوئی بھی عام مسلمان یہ جرأت کبھی نہ کرتا کہ وہ قرآن اور صحیح حدیث کی مخالفت کرتے ہوئے ایک نئی چیز ایجاد کرتا۔انہوں نے اس سوال کے جواب میں، مخالفین نے کہا کہ دلیل تو موجود ہے نفی کی۔سورۃ الاعراف میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾(الاعراف/3)

﴿اِتَّبِعُوْا﴾(اور تم سب اتباع کرو، پیروی کرو)﴿مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾(اس چیز کی جو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لیے نازل ہوئی ہے) ﴿وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ﴾ (اور کسی اور چیز کی اتباع ہر گز نہ کرنا اس کے علاوہ)۔کس چیز کے علاوہ؟قرآن اور صحیح حدیث جو وحی نازل ہوئی ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ پر۔﴿وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾(اور کسی اور چیز کی اولیاء کی اتباع نہ کرنا(وحی کے علاوہ، قرآن اور صحیح حدیث کے علاوہ) کتنی کم نصیحت حاصل کرتے ہو تم لوگ)۔

اس اعتراض کا پہلا جواب یہ ہے کہ:

1۔اتباع کی نفی مطلق نہیں ہے کہ کسی اور چیز کی اتباع ہر گز نہ کرنا۔اس آیت کریمہ میں ﴿لَا تَتَّبِعُوْا﴾ منع کیا گیا ہے، نفی تو ہے نا اتباع کی۔پہلا جواب یہ ہے کہ اتباع کی نفی مطلق نہیں ہے کہ کسی اور چیز کی اتباع ہر گز نہ کرنا۔کیوں کہ قرآن مجید میں قرآن اور سنت کی اتباع کے ساتھ ساتھ کسی اور چیز کی اتباع کا بھی حکم دیا گیا ہے۔کیسے؟آیئے دیکھتے ہیں۔پہلی آیت، پہلی دلیل، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:﴿وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ﴾(لقمان/15)

(اے میرے پیارے پیغمبر ﷺ!)اور اتباع کر وان کے راستے کی جنہوں نے انابت کی میرے لیے جو واپس پلٹے ہیں، واپس آئے ہیں میری طرف)

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے سارے کے سارے منیب الی اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہیں انابت کرنے والے ہیں''۔

جتنے بھی صحابہ ہیں سارے کے سارے انابت کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف۔ تو اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے، بلکہ یہ واجب ہے کہ ان کے راستے کی اتباع کی جائے اور ان کے اقوال اور ان کے اعتقادات، ان کے راستے کی سب سے بڑی چیز ہیں اور اس کی دلیل کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین انابت کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت دی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَيَهْدِيٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ﴾(الشوری/13)

(اللہ تعالیٰ اپنی طرف ہدایت دیتے ہیں ان لوگوں جو انابت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف)

اور واضح آیت سورۃ الفاتحہ میں ہم پڑھتے ہیں ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾(الفاتحہ/6-5)۔ ﴿اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ میں صحابہ رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں، سلف بھی شامل ہیں اور یہ ان کا راستہ ہے جن کو ہدایت دے دی گئی ہے۔ ہدایت اور انابت دونوں چیزیں جڑی ہوئی ہیں۔ انہوں نے اس دلیل پر اعتراض کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ یہ حکم اور یہ خطاب جو ہے یہ تو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ کے لیے ہے ﴿وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ﴾، ﴿اتَّبِعْ﴾ ''انت یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' تو اس کو عام کیسے تم لوگوں نے کر دیا ہے؟!۔

اس کے جواب میں ایک اصولی قائدہ ہے معروف قائدہ ہے کہ جو بھی خطاب ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ کے لیے وہ آپ ﷺ کی امت کے لیے بھی خطاب ہے۔ الا یہ کہ کوئی دلیل کوئی تخصیص کی۔ قائدہ، اصولی قائدہ ہے کہ جو بھی خطاب ہے آپ ﷺ کے لیے، وہ آپ ﷺ کی امت کے لیے بھی خطاب ہے الا یہ کہ کوئی دلیل ہو آپ ﷺ کے لیے تخصیص کی اور اس آیت کریمہ میں تخصیص کی کوئی دلیل ہی نہیں ہے۔ گویا کہ آپ ﷺ کے لیے بھی حکم ہے ﴿وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ﴾ اور امت کے لیے بھی حکم ہے۔

اس قائدے کی دلیل کیا ہے کہ آپ ﷺ کا جو حکم ہے وہ امت کے لیے بھی ہے اس کی دلیل کیا ہے؟ کئی دلائل میں سے ایک دلیل میں بیان کرتا ہوں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سورۃ الطلاق کی ابتدائی آیات میں:

﴿يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ﴾(الطلاق/1)

﴿يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ﴾(اے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام!)۔ منادیٰ ہیں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ۔ ''اذا طلّقت'' یا ﴿اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ﴾ جمع کا صیغہ کیوں ہے؟ ہونا کیا چاہیے تھا؟ ''اذا طلّقت انت'' کیونکہ ندا، خطاب آپ ﷺ کے لیے ہے۔ جب ﴿يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ﴾ جمع کے صیغے میں یعنی آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت ساری تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو خطاب آپ ﷺ کے لیے ہوتا ہے وہی امت کے لیے بھی ہوتا ہے الّا یہ کہ کوئی دلیل ہو تخصیص کی۔ اب عدت جو ہوتی ہے مطلقہ کی کیا آپ ﷺ کے لیے خاص تھی اور امت کے لیے دوسری تھی؟ نہیں، سب کے لیے وہی عدت ہے۔ اور اسی طریقے سے چند مثالیں لے لیتے ہیں مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾(الزمر/65)

﴿لَئِنْ اَشْرَكْتَ﴾انت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،اور یہ ناممکن ہے۔ تو امت کے لیے یہ حکم ہے کہ نہیں ہے؟ مخاطب تو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ ہیں اگر امت میں سے کوئی شرک کرے تو وہ کافر ہے کہ نہیں؟ اس کا عمل اکارت ہے کہ نہیں فاسدین میں سے ہے کہ نہیں ہے؟ دلیل کیا ہے آپ لوگوں کے پاس؟ یہی آیت کریمہ ہے لیکن آیت کریمہ میں مخاطب امت تو نہیں ہے نا۔ مخاطب تو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ ہیں۔ یہ اصولی قائدہ ہے کہ جو خطاب آپ ﷺ کے لیے ہے وہی امت کے لیے بھی ہے الا یہ کہ کوئی دلیل ہو تخصیص کی۔ اور یہ بھی قائدہ یاد رکھیں کہ جو خطاب ہے امت کے لیے وہی خطاب آپ ﷺ کے لیے بھی ہے الا یہ کہ کوئی دلیل ہو تخصیص کی۔ اس کی دلیل کیا ہے؟ صحیحین میں (صحیح بخاری و مسلم میں حدیث ہے) اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں (یہ جان لو کہ تم میں سے کوئی شخص بھی جنت میں اپنے عمل کی وجہ سے داخل نہیں ہوگا) ''قَالُوا وَلاَ، أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ'' (اے اللہ کے پیارے پیغمبر ﷺ آپ بھی نہیں)۔ انہوں نے یہ سوال کیوں کیا ہے؟ انہوں نے یہی سمجھا کہ آپ ﷺ اس میں شامل نہیں ہیں، یہ تو ہمارے لیے ہے، آپ ﷺ کے لیے نہیں ہے اس امت کے لیے ہے، اس لیے سوال کیا۔ آپ ﷺ

فرماتے ہیں"وَلاَ أَنَا إِلاَّ أَنْ يَتَغَمَّدَنِي اللَّهُ بِمَغْفِرَةٍ وَرَحْمَةٍ"(میں بھی نہیں، میرے عمل بھی کچھ نہیں ہیں الّا یہ کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے رحم وکرم سے، فضل وکرم سے جنت میں داخل کردے)۔ سبحان اللہ۔

اچھا ایک اشکال پیدا ہو جاتا ہے ﴿ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾(النحل/32) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (جنت میں داخل ہو اپنے اعمالوں کی وجہ سے)۔اور یہاں پر حدیث میں آیا ہے کہ کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا اپنے اعمالوں کی وجہ سے تضاد ہے کہ نہیں؟ کیا قرآن اور صحیح احادیث میں تضاد ہو سکتا ہے؟ نہیں ہو سکتا۔ تو پھر یہ معمہ کون حل کرے گا؟

ایک حرف اس معمہ کو حل کرے گا ایک حرف بس عربی زبان کی خوبصورتی دیکھیں آپ۔ ﴿ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ حرف الباء صرف حرف الباء اور اس حدیث میں کہ "اعْلَمُوا أَن أحدا مِنْكُم لن يدْخل الْجنَّة بِعَمَلِهِ"، "بِعَمَلِهِ" ﴿بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾۔

حرف الباء کے تیرہ سے زیادہ استعمالات ہیں، تیرہ سے زیادہ ہیں ان میں سے دو کا میں ابھی ذکر کر دیتا ہوں۔ اس حدیث مبارکہ میں جو حرف الباء ہے یہ باءالعوضیۃ، عوض یعنی بدلہ، بدلے کی باء ہے۔ باء عوض کے لیے بھی ہوتی ہے اور باء سبب کے لیے باء سببیہ بھی ہوتی ہے۔

کیا ہم جنت میں جب جنتی جنت میں داخل ہوتا ہے جنت اس کے عمل کا بدلہ ہے یا عمل سبب ہے جنت میں داخل ہونے کا؟ اللہ اکبر، تو جس میں منع کیا گیا ہے اس حدیث میں یہ باء کون سی ہے؟ عوض کی ہے کہ عمل کے بدلے جنت میں نہیں جا سکتے تم کوئی بھی نہیں جائے گا ہمارے عمل ہیں کیا! اور جس میں جنت میں جانے کی اجازت ہے وہ حرف الباء ہے سببیہ کہ عمل کے سبب عمل کے ذریعے سے جنت میں داخل ہو سکتے ہو، سبحان اللہ۔ بات سمجھ آئی کہ نہیں؟

2۔ دوسری دلیل، چلیں اس دلیل پر اعتراض ہوا کہ آپ ﷺ کا خطاب ہے پھر انہوں نے کہا کہ یہ اصولی قائدہ جو ہے ہم نہیں مانتے اسے۔ چلیں کوئی دوسری دلیلیں دے دیتے ہیں، جھگڑنے کی بات تو ہے نہیں۔ سورۃ یس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾(یس/21)۔

اتباع کی بات ہو رہی ہے نا۔ وہ کہتے ہیں کہ صرف قرآن و حدیث کی اتباع کرنا ہے اور کسی کی اتباع کرنے کی اجازت ہی نہیں ہے، دلیل ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿اتَّبِعُوْا﴾ (تم سب اتباع کرو) ﴿مَنْ لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا﴾ (جو تم سے کوئی معاوضے (اجر) کا سوال نہیں کرتے) ﴿وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ (اور وہ ہدایت یافتہ ہیں)۔

یعنی جو لوگ ہدایت یافتہ ہوں اور تم سے کوئی اجر بھی نہیں لیتے اپنی دعوت کا، تبلیغ کا، اپنے کام کا، تو ان کی اتباع تو کرنی چاہیے کیوں کہ ہدایت یافتہ ہیں لیکن ہدایت یافتہ کا دعویٰ نہیں کرتے یہ گواہی اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں اور ہو چکے ہیں یہ نہیں کہ کوئی جماعت اکٹھی ہو جائے کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں پھر ان کی پیروی کرنا شروع کر دے کوئی۔ دلیل ہونی چاہیے اور دلیل "قَالَ اللهُ تَعَالَى وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" سے ہمیں ملے گی۔

اس آیت کریمہ کے تعلق سے امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ قصہ ہے صاحب یس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعلق سے بیان کیا گیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف بیان کی ہے اور سارے کے سارے صحابہ رضی اللہ عنہم اس آیت کریمہ میں داخل ہیں۔ کیسے؟ فرماتے ہیں "کیوں کہ وہ ہدایت یافتہ بھی ہیں انہوں نے کبھی کسی سے اجر بھی نہیں مانگا کوئی سوال بھی نہیں کیا"۔ اور اس کی دلیل میں اللہ تعالیٰ صحابہ رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں ﴿وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ (آل عمران/103)۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہدایت یافتہ ہیں۔

اور پھر وہی ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ تو واضح آیت ہے کہ ہم ہدایت کی دعا اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں کہ نہیں لیکن کس کے راستے کی اتباع کرتے ہوئے؟ جن پر اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہے ہدایت کا خاص انعام ہے۔ کون تھے؟ انبیاء، صدیقین، شہداء و صالحین اور انبیاء علیہم السلام کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بہتر کوئی بھی نہیں ہے۔

اس کے جواب میں مخالفین نے کہا کہ "یہ تو ہم سے پہلے لوگوں کی شریعت ہے ہماری شریعت تو نہیں ہے"۔ اس کا جواب، پھر وہ اصولی قاعدہ ہے کہ ہم سے پہلی شریعت جو ہے وہ ہماری شریعت ہے بشرطیکہ ہماری شریعت میں اس کی

کوئی مخالفت نہ ہو۔ پہلے گزرے لوگوں کی شریعت ہماری ہی شریعت ہے بشرطیکہ ہماری شریعت میں اس شریعت کے خلاف کوئی دلیل موجود نہ ہو اور اس اصول قاعدے کے دلائل میں سے بعض دلائل ہیں، پہلی دلیل سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ﴾(الانعام/90)

(یہ وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے بس ان کی ہدایت کی اقتداء کرتے رہو اے میرے پیارے پیغمبر ﷺ)

وہ کون ہیں؟ ﴿اُولٰٓئِكَ﴾ الانبیاء علیہم السلام۔ سورۃ النحل میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾(النحل/123)۔ تو آپ ﷺ کو کیا حکم دیا جارہا ہے؟ کہ ملت ابراہیم کی اتباع کریں۔

سورۃ الشوریٰ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ﴾(شوریٰ/13)۔ تو اس آیت کریمہ میں جو شریعت نوح علیہ الصلوۃ والسلام کی تھی وہی شریعت آپ ﷺ کی ہے کیوں کہ شریعت ایک ہی ذات سے ملی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے نبی پر اور پھر نبی اپنی قوم تک یا اپنی امت تک اس رسالت کو پہنچا دیتا ہے۔

اور پھر مثالیں بھی دیتے ہیں بعض ایسے مسائل ہیں جن کا حکم شریعت میں موجود ہے لیکن دلیل ہمیں صرف اسی قاعدے سے ملتی ہے۔ وقت نہیں ہے ورنہ میں بیان کر دیتا بات لمبی ہو جائے گی۔ تو انہوں نے کہا کہ بھئی یہ جو دو اصول ہیں نا یہ تو فقہاء بھی، علماء بھی اہل سنت کا ان کا آپس میں اختلاف ہے تو ہم تو اس کا نہیں مانتے اصولی قاعدہ ہے چھوڑیں ان کو ہمیں ٹھوس دلیل کوئی چاہیے۔

چلیں کوئی ٹھوس دلیل دیتے ہیں ڈھونڈتے ہیں کہیں ملے گی ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اب اس آیت کریمہ کے بعد آپ خود فیصلہ کریں کہ اس سے واضح کوئی اور دلیل چاہیے! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾(التوبہ/100)

یاد کرنا بھی آسان ہے اور اس کا ریفرنس بھی اس سے زیادہ آسان ہے التوبۃ آیت نمبر 100۔ امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس آیت کریمہ کے تعلق سے۔'' وجہ الدلالۃ اس آیت کریمہ میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تعریف کی ہے ان لوگوں کی جو اتباع کرتے ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اور خاص طور پر ﴿السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ﴾ کی''۔ چاہے وہ بعد میں آنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم ہوں یہ میں کہہ رہا ہوں ﴿السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ﴾ تو پہلے والے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں چاہے جو بعد میں آنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں یا ان کے بعد میں آنے تابعین یا جو بھی ہیں جو ان کی اقتداء کرتے ہیں پیروی کرتے ہیں۔'' پس اگر وہ کوئی قول کہتے ہیں (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی نے کوئی قول کہہ دیا ہے) اور کسی نے اس کی بات کی پیروی کرنا شروع کر دی اس سے پہلے کہ وہ اس کی صحت کی دلیل اسے مل جائے''۔ بات سمجھیں ذرا کسی صحابی نے کوئی قول کہہ دیا ہے، قول الصحابی، فعل الصحابی جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اب اس صحابی کا قول اس کا کوئی اعتبار کوئی قیمت ہے یا کوئی قیمت کوئی اعتبار نہیں ہے؟ امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اگر کوئی قول کہے اور کسی نے ان کی اتباع کی اس سے پہلے کہ اس کی کوئی دلیل مل جائے تو وہ ان کی اتباع کرنے والا ہے (اور ایسے شخص کی مذمت کی جائے گی یا تعریف کی جائے گی؟) تعریف کی جائے گی بلکہ وہ رضوان کا مستحق بھی ہو گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اگر ان کی پیروی کرنا محض تقلید سمجھی جائے (کہ اندھی تقلید ہے بغیر دلیل کسی کے قول کو لینا) تو یاد رکھیں علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' تو پھر ان کی اتباع کرنے والے سے اللہ تعالیٰ راضی کبھی نہیں ہوتا الّا یہ کہ وہ عامی ہو علماء و مجتہدین کے لیے یہ ہر گز جائز نہ تھا کہ وہ بغیر دلیل کو جانے ان کی پیروی کر لیتے''۔ سبحان اللہ اور پھر یہ بھی دیکھیں آپ یعنی فرق کیا ہے عامی کا اور عالم کا امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ فرق بتا رہے ہیں کیوں کہ اس پر بھی اعتراض کیا گیا ہے کہ پھر تو تقلید ہوئی نا کہ کسی نے کہہ دیا اور آپ نے بغیر دلیل کے اس کے قول کو مان لیا۔ امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' اس سے تقلید ثابت نہیں ہوتی کیوں کہ رضوان سب کے لیے عام ہے جس میں عامی بھی ہے اور عالم بھی ہے''۔

عامی تو چلو عامی ہے اس نے تقلید تو کر لی ہے تو عالم کیوں ان کی بات مان لے ؟! عالم کو تو نہیں ماننی چاہیے نا۔ لیکن اب ایک قول سامنے آگیا ہے اس کی دلیل نہیں مل رہی تو قول کو لیں گے یا نہیں لیں گے ؟یعنی مخالفت کی دلیل نہیں ہے آپ کے پاس اب کیوں نہیں لیں گے صحابی کے قول کو؟اور یہ ایک قول کی بات ہو رہی ہے میں تو اجماع کی بات کر رہا ہوں پھر اجماع کے قول کو کیوں نہ لیا جائے ؟ سبحان اللہ۔

اور یہ بھی یاد رکھیں اس آیت کریمہ میں لفظ کیا ہے ﴿اتَّبَعُوْهُمْ﴾ نہیں ہے صرف بلکہ ﴿اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ﴾ ہے۔احسان کسے کہتے ہیں ؟یعنی جہاں پر انہوں نے قدم رکھا وہیں پر قدم رکھا۔اتباع کیسے کی جاتی ہے ؟ نقش قدم پر چلنا کہتے ہیں نا جہاں پر ان کا پاؤں تھا وہیں پر پاؤں رکھتے تھے کہ اس پر چلو ایک ذرہ برابر بھی فرق نظر نہ آئے، یہ ہوتا ہے احسان کے ساتھ۔اتباع کی بھی قید لگائی ہے، سبحان اللہ۔تو اتباع باحسان یہ ہے کہ اگر کوئی آپ کو دلیل ملتی ہے اس صحابی کے قول کے مخالف تو اتباع باحسان کیا ہے ؟ کہ اس کے قول کو چھوڑ دو اس لیے احسان کی قید لگائی ہے۔ مجتہد ہے صحابی ہے دلیل نہیں ملی کوئی اجتہادی غلطی ہو گئی ہے، بشر ہے معصوم نہیں ہے، صحابہ انبیاء علیہم السلام نہیں ہے افراد سے غلطی ہو جاتی ہے تو پھر اتباع باحسان کا کیا معنی ہے یہاں پر ؟ کہ دلیل کو لیا جائے اور اس کے قول کو چھوڑ دیا جائے یہ اتباع باحسان ہے ہمیں ہر گز نہیں کہا کہ صحابی کا قول حجت ہے اگرچہ قرآن مجید سے ٹکرا جائے، ہر گز نہیں یہ منہج السلف ہر گز نہیں ہے۔

دوسرا جواب اسی غلط فہمی کا کہ نفی فہم السلف کی اتباع سے نہیں ہے ﴿وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ﴾ کی بات ہو رہی ہے۔پہلا پوائنٹ تو میں نے بتا دیا دوسرا پوائنٹ یہ ہے کہ نفی فہم السلف کی اتباع سے نہیں ہے بلکہ غلط فہمی کی اتباع سے ہے جو قرآن اور سنت کے مخالف ہو۔﴿وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ﴾ اور اس کی دلیل میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا﴾(النساء/115)۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ تفسیر میں فرماتے ہیں ''اور جو راستہ اختیار کرتے ہیں اس شریعت کے راستے کے علاوہ جسے آپ ﷺ لے کر آئے ہیں تو وہ ایک شق میں دور ہو گیا اور شریعت دوسری شق میں اس سے دور ہو گئی جب کہ اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا جاننے کے بعد حق کو بیان، جاننے اور واضح ہو جانے کے بعد اور ﴿وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ فرماتے ہیں وہ لازم ہے پہلی صفت کے ساتھ کیوں کہ مخالفت یا تو نص کی ہو گی یا اجماع کی ہو گی (مخالفت یا تو نص کی ہو گی قرآن اور صحیح حدیث کی یہ نص ہے یا مخالفت اجماع کی ہو گی اجماع الأمہ، اجماع الصحابہ اور اجماع الصحابہ خاص طور پر، اجماع کی ہو گی) جس چیز میں ان کا اتفاق ہو چکا ہے تحقیقاً تو پھر ان کے اس اجماع میں عصمت موجود ہے''۔ اجماع معصوم ہے خطاء سے اور یہ جو اجماع ہے جس کو اب یعنی حجت مانا جا رہا ہے دوسرے لفظوں میں، میں کہہ رہا ہوں یہ ان کے لیے تشریف و تعظیم ہے تشریف ہے امت کے لیے اور تعظیم کس کی ہے؟ آپ ﷺ کی ہے۔ کہ آپ ﷺ کی امتی جس چیز پر جمع ہو جاتے ہیں وہ دلیل بن جاتی ہے۔ تو تشریف، تکریم، امت کے لیے ہے تعظیم کس کی ہو رہی ہے؟ صرف امت کی نہیں ہو رہی بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر ﷺ کی ہو رہی ہے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''بہت ساری صحیح احادیث موجود ہیں اور بعض علماء نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ متواتر ہیں''۔ اجماع کی دلیل کی بات کر رہے ہیں۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اجماع کو حجت ثابت کیا ہے اسی آیت کریمہ سے۔ بہت طویل غور و فکر کرنے کے بعد انہوں نے یہ استنباط کیا ہے اس آیت کریمہ سے ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ﴾ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے کہ اجماع حجت ہے اگرچہ بعض لوگوں کے لیے اشکال ہوا ہے جنہوں نے اس کا انکار کیا ہے کہ حجت دلیل نہیں ہے امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اجماع حجت ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیت کریمہ سے اجماع کو بطور حجت دلیل بیان کیا ہے۔

اور پھر آخر میں ﴿نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا﴾ اگر اس نے یہ راستہ اختیار کیا ہے یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا پھر تو ہم اس کو اچھی جزا دیں گے اگر کوئی اور راستہ اختیار کرتا ہے تو پھر اس کے لیے وہ راستہ آسان کر دیں گے خوبصورت بنا دیں گے اور وہ اس کے لیے استدراج ہو گا کہ وہ گناہوں میں بڑھتا جائے اور حق سے دور ہوتا جائے۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں دو چیزوں کو ملایا گیا ہے ایک ہے مشاقت رسول اللہ ﷺ اور دوسرا

ہے اتباع غیر سبیل المؤمنین دونوں ملی ہوئی ہیں۔ مشاقت تب ہوتی ہے آپ ﷺ کی جب سبیل المؤمنین کے علاوہ کوئی اور راستہ اختیار کیا جاتا ہے اور جب ایسا ہوتا ہے تو پھر گمراہی اور جہنم ان کے لیے حق بن جاتی ہیں۔

آج کے درس میں اتنا کافی ہے اگلے درس میں ان شاءاللہ مثبت دلائل جو بیس سے زیادہ ہیں ان پر بات کریں گے۔ واللہ اعلم۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لا إِلهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (07: فہم سلف کی شرعی حیثیت) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست نہیں کیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔